مسلمان فاتحین کی عسکری وسیاسی حکمت عملیوں کا علمی و تحقیقی جائزہ سیرت النبی کریمؐ کے تناظر میں

Great Conquers of Islam: A Research Analysis of Military and Political Strategies of the Leadership in the light of Seerath of the Holy Prophet PBUH

ڈاکٹر راشدہ پروین*

Abstracts

The military and political strategies are evolved with the passage of times and the development of science and technology. But the modern and highly advanced strategies of wars or defense and security are still lacking the spirit, techniques, principles, balanced and justified ways of Islamic wars happened over 1400 years back.

With no civilian causality and damages to properties of common people, the objectives successfully gained by the Islamic group led by Prophet Muhammad (PBUH) and their success stories have no parallel and comparison in the history of human beings because of the true Islamic spirit and principled guidance and leadership of the Prophet(PBUH).

The human casualties in Islamic wars are such a small in numbers that could be counted in few hundreds as compared to millions of human losses in Western wars. Besides the land and areas conquered by the Islamic group within short period of 10 years was over 3 million square kilometers with the average of 900 kilometers a day. During the entire decade even a couple of enemies of the group were not killed in an average of a month while the total recorded causalities of 200 to 300 Muslims were such negligible numbers that the history could not present its example proving that the military and political strategy of Islam framed and guided by the Prophet (PBUH) were the best in the world at every level.

Islam is basically a religion of peace and it does not allow shedding of blood of innocent people at any cost. However sometimes the Muslims were compelled to unleash their swords against some tyrants in self defence and they won the battle fought so far by them. The reason was the sanity and divine capability of the leadership of the time, the Prophet (PBUH).

*اسسٹنٹ پروفیسر، وومن یونیورسٹی مردان، خیبر پختونخواہ۔

تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام سے قبل قتل و غارت گری کو فخر سمجھا جاتا تھا۔ معمولی معمولی باتوں پر سالہا سال دشمنیاں چلتیں، اور خون بہتا۔ اسلامی تعلیمات کی وجہ سے یہ سلسلہ رُک پڑا، البتہ فتنہ وفساد کو ختم کرنے کے لیے جہاد کی اجازت دی گئی جس کے نتیجے میں غزوات یا سرایا ہوئیں۔

سرکار دو عالم ﷺ کی سپہ سالاری میں ہونے والی تمام غزوات میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔ جب ہم ان جنگوں کا موازنہ دوسری جنگوں سے کرتے ہیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ قائد کی بہترین دفاعی، عسکری وسیاسی حکمت عملی کے باعث کم نقصانات کے ساتھ بڑے اہداف کا حصول ممکن ہو سکا۔ امریکہ اور جاپان کے مابین ہونے والی دوسری جنگ عظیم میں امریکہ نے جاپان کے شہر ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم پھینکا۔ جس کے نتیجے میں ہیروشیما میں ستر ہزار انسان ہلاک اور اتنے ہی زخمی ہوئے جبکہ ناگاساکی میں تیس ہزار افراد ہلاک اور اتنے ہی زخمی ہوئے۔ ان دونوں شہروں پر گرائے جانے والے بموں کی ہلاکت خیزی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے، کہ ان میں ایک بم یورینیم 532 اور دوسرے پلوٹونیم 932 کی توانائی 335000 پونڈ دھماکہ خیز مواد کی توانائی کے برابر تھی۔[1]

دور جدید میں میزائل حملے، فضائی حملے اور حالیہ دور کے ڈرون اسٹرائک میں بھی یکبارگی حملے میں درجنوں، سینکڑوں جانیں ضائع ہو جاتی ہیں۔ جنگ کا نام سنتے ہی ذہنوں میں تباہی اور انسانی جانوں کا بے دردی سے زیاں اور تباہ کاریوں کا تصور واضح ہونے لگتا ہے۔ دور حاضر جیسے مئورخ سولائزڈ ورلڈ / سوسائٹی گردانتے ہیں میں انسانی جان و مال کی بے وقعتی اور زیاں تشویشناک ہے۔ جبکہ پیغمبر امن ﷺ کی جنگوں میں انسانی جانوں کی ہلاکتوں کو آسانی سے انگلیوں پر گنا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ ڈاکٹر حمید اللہ جنہوں نے سیرت کے حوالے سے بہت کام کیا اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ:

"(دین اسلام کی سربلندی کے لئے لڑی گئی جنگوں میں) اسلحہ کا استعمال اور خونریزی عملی طور پر نہ ہونے کے برابر تھی۔ سپہ سالار اعظم حضرت محمد ﷺ نے مدینہ منورہ آنے کے بعد ہی (مشرکین کے خلاف) جنگ شروع کی اور دس سال بعد نبی کریم پاک ﷺ اس دار فانی سے تشریف لے گئے۔ اس دہائی میں تیس لاکھ مربع کلو میٹر سے زائد علاقہ فتح ہوا یعنی دس سالوں میں اوسطاً 900 کلو میٹر علاقہ روزانہ فتح ہوا۔ اور ان جنگوں کے دوران ہر ماہ دشمن کے دو افراد بھی ہلاک نہیں ہوئے۔ مسلمانوں کا جانی نقصان حتیٰ کہ اس سے بھی کم تھا۔

لاکھوں مربع کلو میٹر علاقے کی فتح کے دوران دو سے تین سو افراد کا میدان جنگ میں مارا جانا دنیا کی تاریخ میں غیر معمولی اور بے مثل واقعہ ہے"[2]

سلامتی کے لیے نبی کریم ﷺ نے جن امور پر توجہ دی ان میں سے چند درج ذیل ہیں۔

سرحدوں کی حفاظت

آپ ﷺ جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو دفاعی حکمت عملی کے سبب سب سے پہلے سرحدوں کی حفاظت کی جانب توجہ مبذول فرمائی۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ اچھی طرح باخبر تھے کہ مشرکین میرے تعاقب میں مدینہ تک پہنچیں گے لہٰذا آپ ﷺ نے ارد گرد بسنے والے قبیلوں سے معاہدات شروع کیے اس غرض سے صفر ۲ھ میں ساٹھ مہاجرین کے ہمراہ مقام ابواء پر تشریف لے گئے جہاں آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کا مزار ہے اور ابواء کا صدر مقام فرع ہے جو کہ ایک وسیع قصبہ پر محیط ہے نیز یہاں قبیلہ مزینہ آباد ہے۔ اور یہ علاقہ مدینہ سے تقریباً ۸ منزل)۸۰ میل (کے فاصلے پر ہے اور مدینہ کی سرحد ہے۔ لہٰذا "اطراف میں قبیلہ بنو ضمرہ آباد تھا اور یہ نواح ان کی حدود حکومت میں داخل تھے۔ یہاں آپ ﷺ نے چند روز قیام کر کے بنو ضمرہ سے معاہدہ کیا۔ جن کا سردار مخشی بن عمرہ ضمری تھا۔ معاہدہ کے یہ الفاظ تھے۔

"هذا كتاب من محمد رسول لبنی ضمرة فانهم اٰمنون علیٰ اموالهم وانفسهم وانّ لهم النصر علی من رائهُم الّا ان یحاربوا فی دین اللّٰہ مابل یحر صوفة وان النبی کریم اذا ادغاهم لنصروه اجابوه الخ۔۔۔"[3]

"یہ محمد رسول ﷺ کی تحریر ہے بنو ضمرہ کے لئے ان لوگوں کا جان و مال محفوظ رہے گا اور جو شخص ان پر حملہ کرے گا اس کے مقابلہ میں ان کی مدد کی جائے گی بجز اس صورت کے کہ یہ لوگ مذہب کے مقابلہ میں لڑیں اور پیغمبر ﷺ جب ان کو مدد کے لئے بلائیں گے تو یہ مدد کو آئیں گے"۔

"اس کے تین ماہ بعد جمادی الثانی میں آپ ﷺ دو سو مہاجرین کے ساتھ مدینہ سے نکلے۔ ذوالعشیرہ کے مقام پر بنو مدلج سے معاہدہ کیا یہ مقام مدینہ سے نو منزل پر ینبوع کے نواح میں ہے۔ بنو مدلج بنو ضمرہ کے حلیف تھے چونکہ بنو ضمرہ پہلے اسلام کے معاہدہ میں داخل ہو چکے تھے، اس لئے انہوں نے آسانی سے یہ شرطیں منظور کر لیں۔"[4]

اس کے علاوہ حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں جب اسلامی سلطنت کی سرحدیں بہت وسیع ہو گئیں

تو دشمن کی نقل وحرکت کا جائزہ لینے کے لیے باقاعدہ فوجی چھاؤنیاں قائم کی گئیں۔

بہترین سپہ سالار کا انتخاب

اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ فتح اور شکست کا سبب کئی عوامل بنتے ہیں جس میں سپہ سالار کا کردار بھی ایک نمایاں حیثیت رکھتا ہے، کیونکہ قائد کی مناسبت سے ہدایات جنگ کا نقشہ بدل دیتی ہیں۔ غزوۂ احد اور حنین میں عارضی شکست کے باوجود نبی کریم ﷺ ثابت قدم رہے اور قائدانہ صلاحیتوں کے باعث بگڑتی ہوئی صورتحال کو سنبھال لیا۔ غزوۂ اُحد میں زخمی ہونے کے باوجود صحابہ کرام کو ثابت قدم رہنے اور دشمنوں کا مقابلہ ڈٹ کرنے کی ہدایت دیتے رہے۔ اسی طرح غزوۂ حنین کے بارے میں حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو دشمن کی ہر یلغار پر ثابت قدم پایا۔ لہٰذا بہترین قائد میں یہ صلاحیت ہونی چاہیے کہ وہ اچانک حملے پر یا ناموافق حالات میں بھی ایسے اقدام اٹھائے جس سے بھرپور فائدہ ہو۔ اس کے علاوہ بہترین سپہ سالار کے اندر یہ خصوصیت بھی ہونی چاہیے کہ جب وہ اپنی فوج میں سے کسی کو کوئی ذمہ داری سونپ رہا ہے تو وہ شخص اس کا اہل بھی ہو۔

سپہ سالار کا چناؤ کرتے وقت جنگی مہارت، اور قائدانہ صلاحیتوں کو پیشِ نظر رکھا جائے تاکہ ملک ملک کی دفاع وسلامتی خطرے میں پڑے۔

جنگ کے لیے موزوں جگہ کا انتخاب

آپ ﷺ کے دور کی جنگیں چونکہ دوبدو یا دست بدست لڑی جاتی تھیں اس لئے میدانِ جنگ میں سطح زمین کی حالت افواج کی کارکردگی پر کافی حد تک اثرانداز ہوتی تھی جیسا کہ بدر میں مسلمان لشکر کی صف بندی جس جگہ کی گئی وہ مناسب تھی جبکہ کفار کا لشکر جس جگہ پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا دوبدو لڑائی کے لئے ہرگز موزوں نہ تھا جیسے طبری میں مذکور ہے:

"یہ وادی بہت نرم اور دھنسنے والی تھی رسول ﷺ اور صحابہ کرام کی قیام گاہ میں صرف اتنی بارش ہوئی کہ مٹی بیٹھ گئی، زمین سخت ہوگئی جو ان کے چلنے میں مزاحم نہیں ہوئی اس کے برخلاف قریش کی قیام گاہ میں اس قدر شدید بارش برسی کہ کیچڑ کی وجہ سے وہ رسول ﷺ کے مقابلہ پر اسی وقت اپنے مقام سے نہ نکل سکے۔"[5]

اس کے علاوہ آپ ﷺ نے اُحد کے دامن میں ایسی جگہ پڑاؤ ڈالا کہ اُحد کا پہاڑ آپ ﷺ کی

پشت پر تھا کیونکہ "سامنے مدینہ تھا اور پیچھے اُحد کا بلند و بالا پہاڑ؛ اس طرح دشمن کا لشکر مسلمانوں اور مدینہ کے درمیان حدِ فاصل بن گیا۔"[6]

لہٰذا آپ ﷺ کا ایسی جگہ کے انتخاب سے مسلمان لشکر کو اطمینان حاصل ہو گیا کہ اب دشمن پشت سے حملہ آور نہیں ہو سکتا چونکہ دشمن کی تعداد بہت زیادہ تھی سو عین ممکن تھا کہ مسلمانوں کے لشکر کو سامنے کی طرف سے مشغول رکھا جاتا اور ایک گروہ پشت سے حملہ آور ہو جاتا۔

قائد میں یہ صفت بھی موجود ہونی چاہیئے کہ بہتر جگہ کے انتخاب کے ساتھ اپنے لیے ایسی جگہ کا انتخاب کرے جہاں سے وہ میدان جنگ پر نظر رکھ سکے۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے غزوہ احد میں عریش ایسی جگہ نصب فرمایا جہاں سے جنگ کا میدان آپؐ کی نظروں کے سامنے تھا اور آپ ﷺ وہاں سے ہدایات جاری فرمارہے تھے۔ لہٰذا پڑاؤ کے لئے ایک اُونچی جگہ منتخب فرمائی تھی۔[7]

اسی طرح شکست کی صورت میں ایک متبادل جگہ موجود ہو تاکہ بہ وقت ضرورت اپنا پڑاؤ تبدیل کرنے میں آسانی ہو۔ غزوۂ احد میں بھی جب ابن قمیہ نے یہ افواہ پھیلائی نعوذ باللہ نبی کریم ﷺ قتل ہو گئے ہیں۔[8] تو مسلمانوں کے پاؤں اکھڑنے لگے تو آپؐ بلند مقام پر تشریف لے گئے، جہاں سے صحابہ کرام کو اپنی جانب بلوایا اس طرح بکھرے ہوئے مسلمان محفوظ مقام پر اکھٹے ہو گئے لہٰذا بہترین جگہ کے انتخاب کے باعث ہی مسلمانوں کو شکست نہ اٹھانی پڑی۔

علاقہ جنگ سے مکمل واقفیت

علاقے کی جغرافیائی حالت سے باخبر ہونا اس لیے ضروری ہے تاکہ اسے پتہ ہو کہ یہاں دشمن کے اتحادی کتنے فاصلے پر ہیں ان معلومات سے جنگ کے دوران ہونیوالی اچانک تبدیلیوں سے نبرد آزما ہونا آسان ہوتا ہے، جیسا کہ غزوۂ احزاب میں نبی کریم ﷺ کو یہ خدشہ لاحق تھا کہ بنو قریظہ مسلمانوں پر پیٹھ پیچھے سے حملہ نہ کر دیں اور ایسا ہی ہوا بنو قریظہ معاہدہ توڑ کر دشمنوں کا ساتھ دینے کے لئے تیار ہو گئے۔ آپ ﷺ نے تصدیق کے لئے سعد بن معاذ، سعد بن عبادہ، عبد اللہ بن رواحہ اور خوات بن جبیر کو روانہ کیا انہوں نے واپس آکر جب بنو قریظہ کی بدعہدی کی خبر سنائی تو آپ ﷺ نے فوراً مستورات کو محفوظ مقام پر روانہ فرمایا۔" مستورات قلعوں میں بھیج دی گئیں اور چونکہ بنو قریظہ کے حملہ کا اندیشہ تھا، اس لئے حضرت سلمہؓ بن اسلم 200

آدمیوں کے ساتھ متعین کئے گئے کہ ادھر سے حملہ نہ ہونے پائے۔"[9]

اطاعت امیر

اطاعت کسی جنگی معرکے میں کامیابی کا ایک بنیادی ستون ہے زندگی کے ہر شعبے میں امیر کی اطاعت لازم ہے لیکن جنگ کی خاص حالت میں اس کی ضرورت اور زیادہ نمایاں ہو جاتی ہے۔فوج کو سپہ سالار کی ہدایات کا پوری طرح سے پابند ہونا چاہیئے۔عام حالات میں تھوڑی سی غفلت بھی جنگ کا نقشہ تبدیل کر سکتی جس کا خمیازہ پوری قوم کو بھگتنا پڑتا ہے۔اور صدیوں تک قوم اس کو تاہی کے نتیجے میں اٹھائی جانے والی ہزیمت کو بھلا نہیں سکتی۔

ارشاد باری ہے کہ:"مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ تَوَلَّى فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا"[10]
"جس نے اطاعت کی رسول ﷺ کی تو یقینا اس نے اطاعت کی اللہ کی اور جس نے منہ پھیرا تو نہیں بھیجا ہم نے آپ کو ان کا پاسبان بنا کر۔"

اسی طرح حدیث نبوی ﷺ کے الفاظ بھی کچھ اس طرح سے ہیں:

"حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے میرا حکم مانا اس نے اللہ کا حکم مانا، اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔جو امیر کا حکم مانتا ہے گویا وہ میرا حکم مانتا ہے، اور امیر کی نافرمانی کرتا ہے گویا وہ میری نافرمانی کرتا ہے اور بیشک امام تو ڈھال کی طرح ہے کہ اس کے پیچھے لڑتے ہیں اور اس کی پناہ لیتے ہیں اگر وہ اللہ سے ڈرتے ہوئے کوئی حکم دے اور انصاف کرے تو اس کا اسے اجر ملے گا اور اگر اس کے برعکس کریگا تو اس کا وبال انہی پر ہو گا۔"[11]

غزوۂ اُحد میں نبی کریم کریم ﷺ نے پچاس آدمیوں کو حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کی سرکردگی میں یہاں سے نہ ہٹنے کے حکم کے ساتھ ایک درے پر مقرر فرمایا تھا، جب جنگ شروع ہوئی اور مسلمانوں کو غلبہ ہو گیا تو کفار میدان چھوڑ کر بھاگنے لگے تو اس صورتحال میں ان پچاس آدمیوں میں سے بعض نے کہا جنگ ختم ہو گئی ہے ہمیں مالِ غنیمت جمع کرنا چاہیئے لیکن عبداللہ بن جبیر اور دیگر نو اصحابؓ کی رائے یہ تھی کہ چونکہ ہمیں رسول ﷺ نے درہ نہ چھوڑنے کی سخت تاکید فرمائی تھی لہذا ہمیں اسی جگہ رہنا چاہیئے۔[12]

یہ واقعہ اسلامی جنگوں میں وہ واحد واقعہ ہے جس کی وجہ سے مسلمانوں کو نقصان کا سامنا کرنا پڑا اور اس

میں کہیں بھی حضور ﷺ کی حکمتِ عملی میں نقص نہیں ہے بلکہ یہ ان افراد کی انفرادی غلطی تھی جس کا نتیجہ جنگ میں شریک تمام مسلمانوں کو بھگتنا پڑا لہذا اس غزوہ کے بعد تمام غزوات میں اس قسم کی غلطی مسلمانوں سے سرزد نہیں ہوئی اور مسلمانوں نے حضور ﷺ کی ترتیب دی ہوئی حکمتِ عملیوں پر ہی عمل پیرا ہونے کی کوشش کی۔ اگر جنگ میں شریک کوئی بھی فرد، فوج یا چند نوجوانوں نے اپنی سمجھ کے مطابق فیصلے کرنا شروع کر دیئے تو اس جنگ میں نقصانات کا احتمال زیادہ ہوتا ہے، فیصلہ ہمیشہ اجتماعی اور مرکزی ہونا چاہیئے۔ اسی وجہ سے دنیا میں تمام ممالک کی افواج میں تنظیم (Discipline) کو سب سے زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔ سربراہ کی پیروی اور احکامات کو من وعن ماننا ہی اس شعبے میں تنظیم کا ظاہر کرنا ہے۔ اپنے عہدوں، منصب اور تجربات میں بہتر شخص کی پیروی کو فوجی قوانین وروایات میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔

دشمن کی نقل وحرکت سے آگاہ رہنا

دفاع وسلامتی کے لئے دشمن کی نقل وحرکت سے آگاہ رہنا ضروری ہے، لہٰذا معلومات حاصل کرنے کے لئے جن گروہوں کو بھیجا جاتا ہے اسے طلایہ گردی کہتے ہیں، طلایہ گردی سے مراد ایک ایسا گروہ جو دشمن کی تعداد ان کے سازوسامان، اسلحہ، اور ان کی نقل وحرکت اور منصوبوں کی خبر دیں۔ ایسے دستوں کو اردو میں طلایہ گردی یا جاسوسی دستے کہتے ہیں، نبی کریم ﷺ ایسے دستے وقتاً فوقتاً روانہ فرماتے تھے اور روانگی سے قبل سختی سے ہدایت کی جاتی تھی کہ دشمن کے ساتھ لڑائی کی نوبت نہ آئے اور جنگ میں الجھنے سے حتی الامکان بچا جائے اور صرف معلومات اکھٹی کرکے واپسی کی راہ لی جائے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے سات آدمیوں پر مشتمل سریہ عبد اللہ بن جحش کی قیادت میں روانہ کرتے ہوئے ایک خط دیا اور ہدایت کی کہ اسے مقام بطن پر پہنچ کر پڑھنا عبد اللہ بن جحش نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اسی مقام پر اسے پڑھا خط کا متن تھا کہ مقام نخلہ پر پہنچ کر قریش مکہ کی جاسوسی کی جائے۔ لہٰذا دفاعی غرض کے لئے جاسوسی کی جانی چاہیے تاکہ دشمن کے اچانک حملے سے محفوظ رہا جاسکے۔

فوج میں نظم وضبط، استقامت اور حوصلہ پیدا کرنا

قائد کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی فوج کے اندر نظم وضبط، حوصلہ اور استقامت کے ساتھ آگے بڑھنے کی ہمت اس طرح پیدا کرے کہ وہ میدان جنگ سے راہِ فرار اختیار کرنے کی کوشش نہ کرے گا بلکہ ملک

کی خاطر سیسہ پلائی دیوار بن کر لڑے گا۔یہی صفات نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام میں پیدا کی تھیں۔جس کے باعث دس سال کے قلیل عرصے میں 30 لاکھ مربع کلو میٹر سے زائد علاقہ کی سرزمین پر اسلام کا جھنڈا لہرایا گیا تھا۔لیکن بزدلی دکھانے والوں ان کے لئے دردناک عذاب کی وعید ذکر کر گئی ہے جس کا ذکر قرآن پاک میں اس طرح ہے کہ:"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوهُمُ الْأَدْبَارَ () وَمَنْ يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَى فِئَةٍ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِنَ اللَّهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ"[13]

"اے ایمان والو جب تم مقابلہ کرو کافروں کے لشکرِ جرار سے تو مت پھیرنا ان کی طرف (اپنی) پیٹھیں ۔ اور جو پھیرے گا ان کی طرف اس روز اپنی پیٹھ بجز اس صورت کے کہ پینترا بدلنے والا ہو لڑائی کے لئے یا پلٹ کر آنیوالا ہو اپنی جماعت کی طرف تو وہ مستحق ہو گا اللہ کے غضب کا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بہت بری لوٹنے کی جگہ ہے۔"

مسلمانوں کو ہر میدان میں ہمت و حوصلہ کے ساتھ مقابلہ کرنا چاہیئے جس کا انحصار نفسیاتی عوامل پر ہوتا ہے۔ فیلڈ مارشل سر ولیم سلم نے حوصلے کی تعریف اس طرح کی ہے: "حوصلہ ایسی ذہنی کیفیت اور ایسی عظیم قوت کا نام ہے، جو افراد کے ایک گروہ کو کسی مقصد کے حصول کے لئے آخری قطرہ خون تک بہادینے پر آمادہ کر دیتی ہے یہ پرواہ کئے بغیر کہ انہیں اس کی کیا قیمت ادا کرنا پڑے گی۔اور وہ یوں محسوس کرتے ہیں جیسے وہ ایسے کل کا جز ہیں جو ان کی اپنی ذات سے برتر اور اہم تر ہے۔اگر انہیں یہ احساس ہو جائے کہ یہ حوصلہ ہی قوت برداشت پیدا کرتا ہے کیونکہ حوصلہ نام ہی برداشت کا ہے اور اس کی بہت مضبوط روحانی، ذہنی اور مادی بنیادیں ہوتی ہیں اس میں سب سے زیادہ اہمیت روحانی بنیادوں کو حاصل ہوتی ہے کیونکہ روحانی بنیاد پر ہی حقیقی معنوں میں کسی سختی کو برداشت کیا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد دوسرے نمبر پر ذہنی بنیادیں ہیں کیونکہ انسان جذبات کے علاوہ دلیل سے بھی متاثر ہوتا ہے۔آخری درجہ مادی بنیادوں کا ہے یہ آخری لیکن اہم درجہ ہے کیونکہ حوصلے کی بلندیوں کا پتہ اس وقت چلتا ہے جب مادی وسائل تقریباً ناپید ہوں۔"[14]

جب فوج استقامت اور صبر و حوصلے کا دامن نہ پکڑے گی تو اس کا حال بھی جنگ عظیم اول میں فرانس کی شکست جیسا ہو گا۔اکثر دفاعی مبصرین کی رائے ہے کہ فرانس (۴۵-۱۹۳۹)ء کی جنگ عظیم میں محض اس لئے شکست کھا گیا کہ فرانسیسی سپاہی آرام طلب، عیش پسند اور پست حوصلہ تھے اور خود اعتمادی کے جوہر سے

تہی مایہ تھے۔[15]

جدید آلات حرب و ضرب

ملکی دفاع کے لئے جدید آلات حرب و ضرب کا ہونا بھی ایک اہم حکمت عملی ہے کیونکہ جب فوج کو یہ علم ہوتا ہے کہ وہ جدید جنگی آلات سے مسلح ہیں تو وہ ایک حد تک پر سکون ہوتے ہیں۔ جس سے نا صرف فوج کا اعتماد بڑھتا ہے، بلکہ دوسری قومیں اس فوج کے ملکی حقوق و مفاد، اس کی حکومت، تجارت اور ساتھ ہی ساتھ اس کی سرحدوں کا احترام کرتی ہیں۔ جنگی آلات فتح کی ضامن نہیں ہوتے بلکہ فوج کی افرادی قوت بھی فتح کا سبب بنتی ہے، لہذا امن کے زمانے میں فوج کو جنگی مشقوں کی تربیت دینی لازم ہوتی ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ کے دور میں ہی مستقل فوج کی بنیاد رکھ دی گئی تھی۔

مملکت اسلامیہ کی دفاعی ضروریات میں اضافے کو مد نظر رکھتے ہوئے مسلمانوں پر جہاد فرض کیا گیا لیکن اگر کسی مہم کے لئے زیادہ تعداد میں فوج کی ضرورت پڑتی تو رضاکاروں کے لئے اپیل کی جاتی تھی۔ اس طرح ضرورت کے مطابق فوج کی تعداد پورا ہونے میں انتظار کرنا پڑتا تھا۔ نتیجتاً نہ صرف یہ کہ کافی وقت گزر جاتا بلکہ پریشانی بھی اٹھانی پڑتی تھی۔ آپ ﷺ کے دور ہی میں مستقل فوج کی بنیاد رکھ دی گئی تھی۔[16] نبی کریم ﷺ کے دور میں صرف فوج کی بنیاد ہی نہ رکھی گئی بلکہ آپ ﷺ خود تربیتی میدان میں تشریف لے جاتے اچھی کارکردگی دکھانے والے کی حوصلہ افزائی فرماتے اور اسے انعام سے بھی نوازتے تھے۔

"فوجی تربیت کی ہر لحاظ سے اس قدر حوصلہ افزائی کی جاتی تھی کہ آپ ﷺ بذات خود گھڑ دوڑ کے میدان میں تشریف لے جاتے اور جیتنے والوں میں انعامات تقسیم فرماتے تیر اندازوں کو نشانہ بازی کی مشق کرائی جاتی۔ پتھر پھینکنے کی تربیت اور اسی طرح کے دوسرے جنگی فنون میں نوجوانوں کو مہارت دلانے کے موقع پر رسول ﷺ کی موجودگی ان کے لئے حوصلہ افزائی کا باعث بنتی۔"[17]

پہلی جنگ میں نبی کریم ﷺ کے پاس کم و بیش 313 افراد، دو گھوڑے جو کہ ایک حضرت زبیر بن عوام کا اور دوسرا حضرت مقدادؓ بن اسود کندی کا جبکہ اونٹوں کی تعداد ستر تھی۔ ہر اونٹ پر دو، دو یا تین، تین افراد سوار ہوتے تھے اسکے علاوہ تیروں کی تعداد کا اندازہ نبی کریم ﷺ کی اس ہدایت سے لگایا جا سکتا ہے کہ "جب مشرکین جمگھٹے کی صورت میں تمہارے قریب آئیں تب ان پر تیر چلانا اور تیر بچانے کی کوشش کرنا"[18] یعنی

سامان حرب اتنا کم تھا لیکن وقت گزرنے کے ساتھ جب نبی کریم ﷺ کو اندازہ ہو گیا کہ مشرکین انہیں صفحۂ ہستی سے مٹانے کے درپے ہیں تو اپنی فوج کے ساتھ ساتھ آلات حرب وضرب میں بھی اضافہ کرنا شروع فرمایا یہاں تک کہ غزوۂ طائف میں جب حنین سے شکست خوردہ فوج کا ایک حصہ طائف میں آکر پناہ گزین ہو گیا، یہاں تک کہ لڑائی کا پورا سامان سال بھر کا راشن اور وافر مقدار میں پانی کا ذخیرہ فراہم کر لیا اور قلعہ بند ہو کر مدافعت کی تدبیریں شروع کر دیں ساتھ قلعہ کی مرمت جہاں سے ضروری تھی کرنا شروع کر دی۔

آپ ﷺ غزوۂ خیبر میں یہودیوں کے قلعوں کے محاصرے کا تجربہ کر چکے تھے اور یہودی جاسوسوں کے ذریعہ قلعہ شکن آلات سے نہ صرف باخبر ہو چکے تھے بلکہ "حصن صعب اورالشق میں غنیمت کے طور پر حاصل شدہ قلعہ شکن آلات کو حصن البر کے شدید مقابلے میں استعمال بھی کر چکے تھے" لہذا آپ ﷺ نے اس جنگ میں جب مدمقابل کو جدید آلات حرب وضرب سے مسلح پایا تو اندازہ لگا لیا کہ اب ان کا مقابلہ تیروں یا تلواروں سے کرنا ممکن نہیں لہذا چند قابل افراد کو حربی آلات کی ترتیب کے لئے جرش روانہ فرمایا اور وہ چند دنوں میں آلات کا استعمال سیکھ کر واپس لوٹے۔

وہ آلات جو محاصرے میں استعمال ہوئے

۱۔ منجنیق

گوپھن، فلاخن ایک ایسا آلہ جس سے پتھر پھینکا جاتا ہے۔

۲۔ عرّادہ

یہ آلہ بھی پتھر اور دوسری چیزیں پھینکنے میں استعمال ہوتا تھا خصوصاً قلعہ بند لوگوں پر استعمال کیا جاتا تھا عَرَّ وَسے بمعنی پتھر دور پھینکنا۔

۳۔ ضبوّر

لکڑی کی بنی ہوئی کوٹھری جیسی چیز جس پر کھال منڈھی جاتی تھی اور اس کے اندر فوجی داخل ہو کر قلعہ کے قریب پہنچ سکتے تھے اور پھر دیوار کو منہدم کرنے کی کوشش ہوتی تھی۔

۴۔ دبّابہ

ضبوّر ہی کے آئیڈیا کا ایک زیادہ ترقی یافتہ حربی آلہ تھا جس میں لکڑی کا ایک ایسا برج ہوتا تھا جس کے

اوپر تلے کئی درجے ہوتے تھے اور یہ برج ایک پہیے دار پلیٹ فارم پر نصب کر دیا جاتا تھا۔ برج کو محفوظ بنانے کے لئے اکثر اوقات چمڑے سے ڈھانکتے تھے اس برج میں سنگ اندازوں، تیر اندازوں اور بقب زنوں کو بٹھا دیا جاتا تھا اور قلعہ کی دیوار میں نقب لگانے کے آلات بھی رکھ لئے جاتے تھے اس پورے متحرک سٹ (موبائل سٹ) قلعے کی جڑ میں پہنچ کر دیوار توڑ کر تیر اندازی کی جاتی تھی۔[19] یعنی تیروں کے مقابلے میں یہ جدید حربی آلات تھے جنہیں بوقت ضرورت استعمال کیا گیا۔

حملے میں پہل نہ کرنا

آپ ﷺ نے جتنی بھی جنگیں لڑیں وہ دفاعی تھیں جن کا ذکر پچھلے ابواب میں کیا جاچکا ہے یعنی نبی کریم ﷺ نے خود سے حملے میں پہل کرنے سے منع فرمایا اور خود اس کا عملی نمونہ پیش کیا، حتیٰ کہ مشرکین، یہود و نصاریٰ اور انصار میں سے بھی کچھ لوگ آپ ﷺ کی جان کے دشمن تھے اور آپ ﷺ کو ختم کرنے کے لئے مدینہ کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے درپے تھے ان حالات کے باوجود آپ ﷺ نے جنگ میں پہل کرنے سے منع فرمایا اور اپنے ساتھیوں کو ہدایت فرمائی کہ جب کبھی مخالفین سر تسلیم خم کرلیں، صلح کے لئے ہاتھ بڑھادیں، ہتھیار ڈال دیں، منتشر ہو جائیں، فرار کا راستہ اختیار کرلیں یا مقابلے کے لئے میدان میں ہی نہ اتریں تو تم بھی ہاتھ روک لینا کیونکہ اسلام امن و عافیت کا مذہب ہے حتیٰ کہ عرب شبخون کے عادی تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع کرتے ہوئے حکم صادر فرمایا کہ صبح سے پہلے دشمن کے علاقے پر حملہ نہ کیا جائے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ غزوۂ خیبر کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ:

"آنحضرت ﷺ جب کسی دشمن قوم پر رات کے وقت پہنچتے تو جب تک صبح نہ ہو جاتی حملہ نہ کرتے تھے"[20]

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ: "مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا"[21]

"جس نے قتل کیا کسی انسان کو سوائے قصاص کے اور زمین میں فساد برپا کرنے کے تو گویا اس نے قتل کر دیا تمام انسانوں کو"

یعنی جو ناحق قتل کریگا اس سے کوئی خیر و عافیت، بھلائی یا رحمدلی کی امید نہیں رکھی جا سکتی، کیونکہ اس کا دل انسانیت کے احترام سے ہی خالی ہو چکا ہوتا ہے۔

نئی جنگی پالیسی

اسلامی جنگوں کے دوران مرتب کئے گئے قوانین پر عمل پیراء ہونے سے ہی امن کا قیام لازم تھا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کے غزوات وسرایا پر نظر دوڑانے سے اندازہ ہو گا کہ آپ ﷺ دنیا کے سب سے بڑے امن پسند اور باکمال فوجی کمانڈر تھے۔ آپ ﷺ جس دور میں تشریف لائے اس سے قبل قوانین کچھ ایسے تھے:

زمانہ قبل از اسلام کے جنگی قوانین

۱۔ اسیران جنگ کے ساتھ چھوٹے بچوں اور عورتوں کو بھی قتل کرتے تھے بلکہ انہیں آگ میں جلادیتے تھے۔

۲۔ شبخون مار کے قتل وغارت گری شروع کر دیتے تھے۔ اور اس کو فاتک یا فتاک کہتے تھے۔ تابط شرا اور سلیک ابن السلکہ اسی قسم کے لوگ تھے۔

۳۔ زندوں کو جلادیتے تھے۔ عرب کے ایک بادشاہ عمرو بن ہند کے بھائی کو جب بنو تمیم نے قتل کر دیا تو اس نے منت مانی کہ ایک کے بدلے سو آدمیوں کو قتل کروں گا، چنانچہ بنو تمیم پر حملہ کر دیا۔ وہ لوگ بھاگ گئے، صرف حمراء نامی ایک بڑھیا بچی جسے گرفتار کر کے زندہ آگ میں ڈال دیا۔ اتفاقاً ایک عمار نامی سوار وہاں آنکلا عمرو نے پوچھا تو کیوں آیا؟ اس نے کہا: میں کئی دن کا بھوکا تھا۔ دھواں اٹھتے دیکھا تو سمجھا کھانا ہو گا۔ عمرو نے حکم دیا کہ وہ بھی آگ میں ڈال دیا جائے، چنانچہ اسکے حکم کی تعمیل کی گئی۔

۴۔ بچوں کو نشانہ بنا کر تیروں سے مارتے تھے۔ داحس اور غبراء کی لڑائیوں میں قیس نے بنو ذبیان کے پاس اپنے بچے بطور ضمانت رکھے تھے۔ بنو ذبیان کا رئیس حذیفہ بچوں کو لے جا کر ایک وادی میں کھڑا کرتا اور ان کو نشانہ بنا کر تیر اندازی کرتا تھا۔ اتفاق سے کوئی لڑکا نہ مرتا تو دوسرے دن پھر اٹھار کھا جاتا تھا، چنانچہ دوسرے دن یہ تفریح انگیز جان ماری پھر شروع ہوتی اور لوگ یہ تماشا دیکھتے تھے۔

۵۔ قتل کا ایک طریقہ یہ تھا کہ مثلہ کر کے چھوڑ دیتے کہ وہ تڑپ تڑپ کر مر جاتا۔

۶۔ مرنے کے بعد بھی انتقام کا جوش طرح طرح کی نفرت انگیز صورتوں میں ظاہر ہوتا تھا۔ مردوں کے ہاتھ، پاؤں، کان، ناک وغیرہ کاٹ لیتے تھے۔ ہند نے جنگ احد میں اسی رسم کے موافق حضرت حمزہؓ اور دیگر شہداء کے اعضاء کاٹ کر ہار بنایا اور گلے میں پہنا تھا۔

۷۔ منت مانتے تھے کہ دشمن ہاتھ آئے گا تو اس کی کھوپڑی میں شراب پئیں گے۔ سلافہ کے دو بیٹے عامر کے

ہاتھوں مارے گئے تھے۔اس بنا پر سلافہ نے منت مانی کہ عاصم کی کھوپڑی میں شراب ڈال کر پیئے گی۔

۸۔حاملہ عورتوں کا پیٹ چاک کرڈالتے اور اس پر فخر کرتے تھے۔[22]

لیکن چونکہ نبی کریم ﷺ امن کے داعی تھے اسی لئے بہت جلد امن وامان قائم کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ ان اسباب کو سب سے پہلے تبدیل کیا جن سے جنگ کے شعلے بھڑکتے تھے،لوگ دولت، ہوس، مذہبی جبر،لوٹ مار اور قتل وغارتگری عام کرنے کے لئے جنگ کرتے تھے جبکہ! معاذ بن انسؓ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کی معیت میں جہاد کے لئے نکلے تو دیکھا کہ لوگوں نے اترنے کی جگہ تنگ کرر کھی ہے اور راہ گیروں کولوٹ رہے ہیں۔ حضور ﷺ کے پاس اس کی شکایت پہنچی تو آپ ﷺ نے فوراً منادی کرادی کہ جو اترنے کی جگہ تنگ کرے گا یاراہ گیروں کولوٹے گا اس کا کوئی جہاد نہیں ہے۔[23] لہٰذا آپ ﷺ نے ان تمام باتوں کا خاتمہ کرکے مخالفین کے دل جیت لئے۔نبی کریم ﷺ کی جنگی پالیسی دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ جنگ کا مفہوم انسان کو عدل وانصاف کے ساتھ اپنی اور اپنے حقوق کی حفاظت ودفاع کے لئے منظم و مسلح کوشش کا نام ہے۔

نتائج بحث

درج بالا حقائق اور منظر نامے سے ہمیں اس بات کا اندازہ بخوبی ہوجاتا ہے کہ اسلامی جنگیں حضور ﷺ کی سپہ سالاری، مضبوط حکمت عملی،انصاف پر مبنی طرح طرح کے مسائل سے دوچار مسلمانوں کے لئے حال اور مستقبل میں مشعل راہ ہے۔اسلامی جنگوں نے انصاف، حق وصداقت اور عدالت کا وہ اعلیٰ نمونہ پیش کیاہے جسکی مثال آج کے ترقی یافتہ دور میں جدید ٹیکنالوجی اور سائنسی علوم سے مزین ترقی یافتہ افواج اور ملکوں کے درمیان لڑی گئی یاجاری جنگوں میں نہیں ملتی۔

اسلامی جنگوں کے بعد لڑی گئی مغربی جنگوں میں اگر کسی حدتک قاعدہ وقوانین،انسانی حقوق کی کسی حدتک پاسداری یاکچھ مثبت عسکری حربوں کی مثال ملتی ہے توان میں بھی اسلامی جنگوں کا ہی فیض نظر آتا ہے، ورنہ ماضی کی مغربی جنگوں میں تباہی وبربادی، قتل وغارتگری، ظلم وزیادتی،طاقت کا بول بالا اور جاہلیت کے ہی نمونے ملتے ہیں حتیٰ کہ عربوں اور دوسری اقوام کے درمیان بھی لڑی گئی ہر طرح کی اور ہر سطح کی جنگوں میں بھی جاہلیت، قوم پرستی، نسل پرستی، لسانیت اور دوسری چھوٹی چھوٹی باتوں پر ہونیوالے جھگڑے بھی اسلامی

جنگوں میں موجود تمام اقدار سے خالی نظر آتی ہیں، دوسرے تمام شعبہ ہائے زندگی میں بہترین راہنمائی کیساتھ ساتھ اسلام نے دشمن کے ساتھ مقابلے، خطرات سے نبرد آزما ہونے اور اپنی مضبوطی کے لئے وہ جنگی حربے اور حکمت عملیوں کا عملی نمونہ پیش کیا جو رہتی دنیا تک راہنمائی کا ذریعہ بنتا رہے گا۔ آج کے دور میں انسانی حقوق کے علمبردار جو کہ ماضی اور موجودہ دور کی جنگوں اور اس کے نقصانات پر تنقید کرتے نہیں تھکتے وہ بھی ان اسلامی جنگوں میں حضور ﷺ کی قیادت میں اسلامی لشکر کی جنگی حکمت عملی اور کارنامے اور طریقہ جنگ پر انگلی نہیں اٹھاسکتے اور نہ ہی تنقید کی جرات کرسکتے ہیں۔

حواشی

[1] وقار، منیر احمد(مولانا)، اشفاق احمد خان(پروفیسر)، عبدالقادر(پروفیسر، ڈاکٹر)، پیغمبرِ امن ﷺ، مرکزی جمعیت اہل حدیث۔ سیالکوٹ، اپریل 2009ء، ص 39۔

[2] حمید اللہ ، محمد(ڈاکٹر)، محمد رسول ﷺ ، بیکن بکس اردو بازار لاہور، ص 612۔

[3] شبلی نعمانی، علامہ، سیرۃ النبی ﷺ، جلد اوّل، طبع اوّل مئی، 1985ء، دارالاشاعت، کراچی، ص 581۔

[4] نفس مصدر

[5] طبری، ابی جعفر محمد بن حریر(علامہ) تاریخ طبری، س۔ن، دارالاشاعت، اردو بازار ایم اے جناح روڈ، کراچی، 127۔

[6] مبارک پوری صفی الرحمٰن(مولانا) الرحیق المختوم، (دارالکتب السلفیہ) شیش محل روڈ لاہور۔ ص 347۔

[7] نفس مصدر

[8] الازہری، پیر محمد کرم شاہ، ضیاء لقرآن، پبلی کیشنز لاہور کراچی، ج۔ اول، ص 280۔

[9] شبلی نعمانی، علامہ، سیرۃ النبی ﷺ، جلد اوّل، طبع اوّل مئی، 1985ء، دارالاشاعت، کراچی، ص 246۔

[10] القرآن، سورۃ النساء:80

[11] البخاری، محمد بن اسماعیل ابو عبداللہ، مترجم: عبدالحکیم خاں اختر شاہجہانپوری، الجامع صحیح بخاری، فرید بک اسٹال 83 اردو بازار لاہور، ج 2، ص 120

[12] علی بن برہان الدین حلبی، (علامہ) ترجمہ و تشریح مولانا محمد اسلم قاسمی، غزوات النبی ﷺ، دارالشاعت اردو بازار ایم۔ اے جناح روڈ کراچی، ص 221۔15

[13] القرآن، سورۃ الانفال:16،15۔

[14] افضل الرحمٰن، محمد ﷺ بحیثیت عسکری قائد، اسلامک پبلیکیشنز(پرائیویٹ) لمیٹڈ، لاہور، ص 145۔

[15] بی۔اے احسان، رسول ﷺ میدان جہاد میں، اشاعت اکتوبر 2008۔ نگارشات پبلیشرز لاہور، ص38۔

[16] حمید اللہ، محمد، (ڈاکٹر)، مترجم پرویز خالد (پروفیسر) محمد رسول ﷺ، اشاعت 2005، بیکن بکس، قذافی مارکیٹ اردو بازار لاہور، ص266۔

[17] نفس مصدر، 268۔

[18] مبارک پوری صفی الرحمٰن (مولانا) الرحیق المختوم، (دار الکتب السلفیہ) شیش محل روڈ لاہور، ص293۔

[19] عبد الباری ایم۔اے رسول کریم ﷺ کی جنگی اسکیم، اشاعت 1984، الفیصل ناشران وتاجران کتب لاہور، ص192-193۔

[20] مودودی، ابو الاعلیٰ، مولانا، الجہاد فی الاسلام، اشاعت بیسویں 2007، ادارہ ترجمان القرآن (پرائیویٹ) لمیٹڈ۔

[21] القرآن، سورۃ المائدہ:32

[22] اشفاق احمد خان، پروفیسر، مقالہ پیغمبر امن ﷺ، دار السلام، ص295-294۔

[23] غامدی، جاوید احمد، قانون جہاد، طبع دوم نومبر 2006، المورد 51 کے ماڈل ٹاؤن، لاہور، ص30 بحوالہ ابوداود، الحدیث 2613۔